ڈاکٹر محمود الحسن بزمی
شعبۂ اُردو پنجابی ، جی سی یونیورسٹی لاہور

کلامِ سلطان باہو کا ایک منظوم اُردو ترجمہ

Poetical translations of known and popular poets of different languages are common. The main objective of these works was to introduce the prominent poets of a specific language to the readers of other language so that the readership and vastness of literature among different languages takes place simultaneously. This practice is seen in Punjabi and Urdu languages where the poetical works of important and popular poets were translated from one language to other language. In this article the poetical translation of the poetry of Sultan Bahu is discussed by a well known classical and mystical Punjabi poet, Abdul Majeed Bhatti.

معروف اور مقبول شعرا کے تراجم دوسری زبانوں میں ہوتے رہتے ہیں ۔ ان تراجم کا اصل مقصد یہی ہوتا ہے کہ ایک زبان کے علمی سرمایے کو دوسری زبانوں کے قارئین سے متعارف کروایا جائے ۔ اسی طرح تراجم کے ذریعے بیک وقت مختلف زبان کے علم و ادب کی حدیں بھی وسیع ہوتی ہیں اور حلقہء قارئین بھی بڑھتا رہتا ہے ۔ اردو اور پنجابی زبانوں کے اہم اور مقبول شعرا کے کلام کے منظوم تراجم کی روایت بہت مضبوط ہوتی دکھائی دیتی ہے ۔ اس مضمون میں پنجابی کے کلاسیکی صوفی شاعر سلطان باہو کے کلام کے کا منظوم اُردو ترجمہ جو عبدالمجید بھٹی نے کیا اُس کو زیرِ بحث لایا گیا ہے ۔

سلطان باہو کا نام پنجابی زبان و ادب اور خصوصی طور پر پنجابی صوفیانہ شاعری کے حوالے سے نہایت معزز و محترم ہے ان کی بے شمار کتب ان کے علمی و ادبی تفوق کی آئینہ دار ہیں ۔ پنجابی زبان میں ان کی اثر آفرین شاعری ابیات یا سی حرفی کی ہئیت میں موجود ہے جہاں یہ سننے پڑھنے والوں کے دل و دماغ کو معطر و منور کرتی ہے وہاں یہ اخلاق و دانش کا عظیم خزینہ بن کر سامنے آتی ہے ان کی شاعری میں تصور توحید و رسالت علم و عمل کی اہمیت تصورِ عشق و مرشد کے نہایت گراں قدر نکات بہت سادہ مگر جامع انداز سے اجاگر کیے گئے ہیں ۔

سلطان باہو کی شاعری کی انہی خوبیوں کی بنا پر کچھ صاحبانِ علم و ہنر اور متلاشیانِ درد و محبت نے کلام باہو کی تفہیم کا دائرہ زیادہ وسیع کرنے کے لیے اس کے منثور و منظوم تراجم اردو زبان میں کیے تو لوگوں نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ان لوگوں میں عبدالمجید بھٹی[1]، مسعود قریشی[2]، سرور مجاز[3]، شفیع عقیل[4]، شریف کنجاہی[5] اور شفقت تنویر مرزا[6] وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں ۔ زیرِ نظر مضمون میں کلام سلطان باہو کا منظوم اردو ترجمہ جو عبدالمجید بھٹی نے کیا کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے ۔ بھٹی صاحب بابا فرید الدین مسعود، شاہ حسین اور بلھے شاہ کے کلام کے منظوم ترجمے بھی کر چکے

ہیں ۔

عبدالمجید بھٹی کا منظوم اردو ترجمہ ''ابیات سلطان باہوؒ'' (منظوم ترجمہ) کےعنوان سے ۱۹۶۷ء میں انجمن ترقی اردو، پاکستان کراچی کے اہتمام سے پہلا ایڈیشن منظر عام پر آیا جو ہمارے زیر مطالعہ ہے ۔ یہ کتاب حکومت پاکستان کی کمیٹی برائے منتخب ادب کے تعاون سے مطبوعات انجمن کے سلسلہ نمبر ۳۲۵ کے تحت شائع ہوئی۔ اس کتاب کا پیش لفظ جمیل الدین عالی نے لکھا جبکہ حرف آغاز اور سلطان باہو کی زندگی اورفن کے بارے میں مضمون مترجم یعنی عبدالمجید بھٹی کا تحریر کردہ ہے۔ اس کتاب میں سی حرفی کی ترتیب سے ردیف الف (۲۰ بند) ب (۹ بند)، پ (۷ بند)، ت (۷ بند)، ث (۲ بند)، ج (۱۸بند)، چ (۲ بند)، ح (۱ بند)، خ (۱ بند)، د (۱۳ بند)، ر (۸ بند)، ز (۲ بند)، س (۶ بند)، ش (۱ بند) ص (۲ بند)، ض (۱ بند)، ط (۲ بند)، ظ (۱ بند)، ع (۲۳ بند)، غ (۱بند)، ف (۲ بند)، ق (۱بند)، ک (۱۱ بند)، گ (۳ بند)، ل (۴ بند)، م (۱۲ بند)، ن (۹ بند)، و (۵ بند)، ہ (۵ بند) اور ی (۱ بند) کے تحت کل ایک سو ترا سی (۱۸۳) ابیات کا منظوم ترجمہ دیا گیا ہے۔اصل متن کے ہر بیت کے بالمقابل اردو ترجمہ ہے ۔ کتاب کل ۲۱۶ صفحات پر مشتمل ہے ۔ جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ عبدالمجید بھٹی نے پنجابی کے اہم صوفی شعراء کے کلام کو منظوم اردو میں ڈھالنے کا گراں قدر کام سرانجام دیا اس سلسلے میں بابا فرید، بلھے شا ہ اور شاہ حسین کے کلام کا کیا ہوا بھٹی صاحب کا منظوم ترجمہ بھی منظر عام پر آ چکا ہے ۔ چنانچہ سلطان باہو کے ابیات کا منظوم اردو ترجمہ بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ صفحہ ۳ اور ۴ پر مندرجات کے عنوان کے تحت ابیات ردیف'' الف'' تا ''ی''صفحات ۱۶ تا ۲۱۶ تک کی فہرست دی گئی ہے۔

پیش لفظ (حرفے چند) از جمیل الدین عالی معتمد اعزازی انجمن ترقی اردو پاکستان صفحہ ۵ تا ۶، مترجم کی طرف سے حرفِ آغاز صفحہ ۷ تا ۹ اور مترجم ہی کے قلم سے حضرت سلطان باہو کے بارے میں مضمون صفحہ ۱۰ تا ۱۴ موجود ہیں۔

چونکہ اس ترجمے کے ساتھ حضرت سلطان باہو کا پنجابی کلام بھی دیا گیا ہے یعنی ایک صفحے پر پنجابی کلام اور پھر اس کے مد مقابل منظوم اردو ترجمہ نظر آتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں

> ''میں نے ترجمے کو متن کے تقابل سے دیکھنے کے لئے اور حسن کتابت کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ کٹھن راہ اختیار کی ہے کہ مصرع کا ترجمہ مصرع میں ہو اور شعر کا ترجمہ ایک ہی شعر میں ہو اور بحریں بھی وہی اختیار کی ہیں جو صوفی شعراء نے استعمال کی ہیں''۔ ۸

عبدالمجید بھٹی نے اپنے اس ترجمے میں ابیات کی ترتیب بازار میں دستیاب اکثر نسخوں کی طرح حروف تہجی کے اعتبار سے رکھی ہے اور ایک حرف تہجی کو بطور باب بنا کر اس سے شروع ہونے والے سب ابیات اس کے ساتھ دے دیئے ہیں ۔

کتاب کے اصل متن اور ترجمے میں کچھ کتابت کی غلطیاں رہ گئی ہیں جن کے لئے الگ سے کوئی ''صحت

نامہ' موجود نہیں ہے۔ یوں تو بہت ساری غلطیاں ہیں مگر ان غلطیوں میں سے صرف چند ایک کی نشاندہی کی جاتی ہے:

چیڑاں (چیراں معنی کھجوریں) ص ۳۶ ، جے باہو سد پچھیوے ہو (سچ پچھیوے ہو) ص ۲۴، آدھّی (ادھّی) ص ۲۴، کونوں (کولوں) ص ۲۴ ، ینچے امام تے ینچے قبلے (پنجے) ص ۵۲، ہونوں (ہونون) ص ۵۶، راہی (راضی) ص ۵۷ ، مجلیٹھی (مجیٹھی) ص ۶۲، پُر پرے (پریرے) اور ترکھیڑے (تکھیرے) ص ۶۴، دو ولیاں (دو ڈلیاں) ص ۶۴، تاہی (ماہی) ص ۱۴۶، خرمُوزے (خربوزے) ص ۱۴۸، یار (یار) ص ۱۵۴، دَل دَل (دِل دِل) ص ۱۳۱، جَب (حُب) ص ۲۴ وغیرہ۔

کلام باہو کے پنجابی متن میں سینکڑوں الفاظ ہیں جن کی املاء میں فرق ہے مختلف مجموعوں میں وہ مختلف طریق پر لکھے ہوئے ملتے ہیں اور اس کا اثر ترجمہ کرنے والوں پہ بھی پڑا ہے، اس کی وجہ شاید یہ ہوسکتی ہے کہ بازار میں دستیاب نسخوں میں کافی اختلاف ہے کیونکہ سلطان باہو کا اپنا تحریر کردہ یا ان کے زمانے میں تحریر کردہ کوئی نسخہ منظر عام پہ نہیں آیا بلکہ سلطان باہو اور ان کے کلام کے ملنے والے نسخوں کے درمیان دوسو سال کا عرصہ بنتا ہے ان کا کلام زیادہ تر مذہبی اجتماعات یا روحانی محفلوں اور عرسوں میں پڑھنے اور گانے والے قوال یا گلوکار حضرات سے سن کر قلمبند کیا گیا ہے ۔ اس بنا پر کسی نسخے کو مستند نہیں مانا جا سکتا البتہ شریف صابر کا کلام باہو کا تصحیح شدہ نسخہ ۱۹۹۶ء میں اور ڈاکٹر سید نذیر احمد کا مرتبہ ۱۹۸۱ء والا نسخہ اس متن کے زیادہ قریب نظر آتے ہیں جو خانوادہ سلطان باہو کے چشم و چراغ اور عالم و محقق صاحبزادہ سلطان الطاف علی نے ۱۹۷۵ء میں مرتب کر کے شائع کیا۔ سلطان باہو نے بھی دیگر پنجابی شاعروں کی طرح کچھ علامتیں استعمال کی ہیں جو ہماری زندگی اور رہن سہن میں عام ہیں مثلاً لعلاں دے ونجارے، چنڈورا، پیکے ،سوہرے، مارُو بیلے، بُلبل وغیرہ۔

پنجابی کے بعض الفاظ کے مترادف اردو میں نہیں ملتے چنانچہ وہ ترجمے میں ویسے کے ویسے استعمال کر لیے جاتے ہیں اور پھر منظوم ترجمے میں یہ مسئلہ اور بھی سنگین نظر آتا ہے اس لئے منظوم اردو ترجمے میں بعض پنجابی اور ہندی الفاظ کو صوتی حسن اور مقامی رنگ و آہنگ کی مناسبت سے بعینہٖ ہی درج کر لیا جاتا ہے ۔ ابیات باہو کے حوالے سے ایسے کچھ الفاظ یہاں بھی دیئے جاتے ہیں: گُت ، کفنی، پنج، الفی، جَس ،تنبو، وَنّ، دُھونی، دودھ کی دھاریں، رجھائے، پرم، ہوائی، بکھڑے، انبر، گھنیری۔

لیکن بھٹی صاحب نے کچھ ایسے الفاظ بھی استعمال کیے ہیں جن کے مترادفات اردو میں آسانی سے مل جاتے ہیں ترجمے کی صحیح روح یہی ہوتی ہے کہ ان پنجابی الفاظ کی بجائے ان کے اردو مترادفات لائے جائیں جو زیادہ حسن پیدا کرتے ہیں۔

عبدالمجید بھٹی نے سلطان باہو کے کلام کا جو ترجمہ کیا ہے وہ ایک قابل تحسین مثال ہے ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ کلام باہو کا ردیف وار جو منظوم ترجمہ کرتے ہیں تو اس امر کا اہتمام کرتے ہیں کہ پنجابی بیت میں سی

حرفی کی روایت کے مطابق جس حرف سے پہلا مصرعہ شروع ہوتا ہے اسی طرح منظوم ترجمے میں بھی یہی انتظام روا رکھا جائے اور ترجمہ شدہ بند کے پہلے مصرعے کے پہلے لفظ کا پہلا حرف اسی مناسبت سے سامنے آئے۔

(پنجابی کلام) ت تدوں فقیر شتابی بندا جد جان عشق وچ ہارے ہو

(اردو ترجمہ) تب ہو فقیر کا رُتبہ حاصل جان جو عشق میں ہارے ہو۹

(پنجابی کلام) ج جیوندیاں مر رہناں ہووے تاں ویس فقیراں بہیے ہو

(اردو ترجمہ) جیتے جی مرنا چاہیں تو پہنیں لباس فقیراں ہو ۱۰

(پنجابی کلام) ر راہ فقر دا پرے پریرے اوڑک کوئی نہ دسّے ہو

(اردو ترجمہ) راہیں فقر کی لمبی بکھڑی انت نہ کوئی سوجھے ہو۱۱

(پنجابی کلام) م مرشد وانگ سنیارے ہووے جہڑا گھت کٹھالی گالے ہو

(اردو ترجمہ) مرشد ہو زرگر جیسا جو ڈال کٹھالی میں گالے ہو۱۲

بھٹی صاحب چونکہ بیک وقت اردو اور پنجابی میں شاعری کرتے رہے اور یہ کہ وہ پنجاب کے رہنے والے تھے اس لیے پنجاب کی زبان اور تہذیب و تمدن سے بخوبی واقف تھے۔ پھر ان کی تربیت پنجابی شعر کہنے کی بھی تھی اس لئے پنجابی زبان سے بڑی حد تک آشنائی نے ان کے ترجمے میں یہ کمال پیدا کر دیا ہے کہ وہ پنجابی متن کے قریب رہتے ہیں۔ ان کا یہ منظوم ترجمہ اردو دان طبقے کے لئے شاعری کا اسلوب مہیا کرتا ہے جبکہ ابیات باہو کے دوسرے ترجمہ نگاروں کو یہ وصف کم نصیب ہوا ہے۔

ان کے منظوم اردو ترجمہ کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اکثر مفہوم کو واضح کرنے میں کامیاب ٹھہرے ہیں۔ اس کی چند مثالیں۔

پنجابی الف اللہ جد دِتی وکھالی از خود ہویا فانی ہو
قرب وصال مقام نہ منزل اوتھے جسم نہ جانی ہو
نہ اوتھے عشق محبت کائی نہ اوتھے کون مکانی ہو
عینوں عین تھیوسی باہو سِر وحدت سبحانی ہو

اردو ترجمہ
اللہ کا دیدار ہوا جب اپنی فنا پہچانی ہُو
قرب وصال مقام نہ منزل جسم نہ کوئی جانی ہُو
پھر کیا عشق؟ محبت کیسی؟ کیسے کون و مکانی ہُو
عین العین ہوا باہو سرِ وحدت سبحانی ہُو ۱۳

بھٹی صاحب کے منظوم ترجمے میں شاعر کی فکر اور اس کا بھر پور اظہار بہت باکمال طریقے سے نظر آتا ہے اگرچہ انھوں نے کئی الفاظ من وعن کلام باہو کے ہی استعمال کر لیے ہیں جیسے'' قرب و وصال''،'' مقام''،'' منزل''،'' جسم''، جانی''،عشق''،'' محبت''،''کون و مکانی''،'' سرِ وحدت''وغیرہ یہ الفاظ عربی اور فارسی کے تھے جو مترجم نے اردو میں استعمال کیے البتہ پنجابی ترکیب''عینوں عین'' کے لیے''عین العین'' کا متبادل بہت مناسب لگ رہا ہے۔بھٹی کے ترجمے میں شاعر کی روح اسی کامیابی سے محسوس ہو رہی ہے۔

پنجابی الف
ادھی لعنت دُنیا تائیں ، ساری دنیا داراں ہو
جنہاں راہ صاحب دے خرچ نہ کیتی لین غضب دیاں ماراں ہو
پئیو اں کولوں پُتر کوہاندی ، بھٹھ دُنیا مکاراں ہو
جنہاں ترک دنیا تھیں کیتی باہو لیسن باغ بہاراں ہو

اردو ترجمہ
آدھی لعنت دُنیا پر ہے دنیا دار پہ ساری ہو
خرچ نہ راہ خدا میں کریں جو اُن پر عذاب ہے بھاری ہو
باپ گلے کاٹیں بیٹوں کے تف جگ کی مکاری ہو
دُنیا تیاگی باہو جنہوں نے ان کا بخت بہاری ہو ۱۴

اس بند کے ترجمے میں پہلے تین مصرعوں میں کلام کا ترجمہ اسی خوبصورتی کے ساتھ کیا گیا ہے جو شاعر کے ہاں نظر آتا ہے البتہ چوتھے مصرعے میں''باغ بہاراں'' کے لیے'' بخت بہاری'' کا متبادل محلِ نظر ہے لیکن مصرعے کا پہلا حصہ ترکِ دنیا کے حوالے سے''دنیا تیاگی'' ترجمہ کر کے مترجم نے کمی پوری کر دی ہے۔ہم جانتے ہیں کہ موسم بہار کے لیے اردو میں''بادِ بہاری'' کی ترکیب عام مستعمل ہے۔جیسے اردو کے معروف کلاسیکی شاعر انشاء اللہ خاں انشاء نے استعمال کیا ہے۔

؎ نہ چھیڑ اے نکہت بادِ بہاری راہ لگ اپنی تجھے اٹھکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں ۱۵

پنجابی　　ھ　　ہور دوانہ دل دی کاری کلمہ دل دی کاری ہو

کلمہ دور زنگار کریندا، کلمے میل اُتاری ہو

کلمہ ہیرے لعل جواہر کلمہ ہٹ پساری ہو

ایتھے اوتھے دوہیں جہانیں باہو کلمہ دولت ساری ہو

اردو ترجمہ　　کاری دوا نہیں کوئی دل کی کلمہ دوا ہے کاری ہو

کلمہ زنگ اُتارے، دھوئے کلمہ غلاظت ساری ہو

کلمہ ہیرے، لعل، جواہر کلمہ دوکان ہے بھاری ہو

دونوں جہاں میں ہے کلمہ ہی باہو دولت ساری ہو　۱۶

اس بند کے کامیاب ترجمے نے شاعر کا مضمون بہت خوبصورتی اور اثر آفرینی کے ساتھ اردو زبان میں منتقل کر دیا ہے البتہ تیسرے مصرعے میں ''ہٹ پساری'' سے مراد پنساری کی دوکان مراد ہے جو مختلف قسم کی ادویات، خوش کن مہک آفرین جڑی بوٹیوں کا ذخیرہ ہوتا ہے اور وہاں جانے والا اپنے دل و دماغ معطر ہوتے محسوس کرتا ہے۔ مترجم نے اس کے لیے بھاری دوکان کا متبادل سامنے رکھا ہے۔ اگرچہ اس سے مراد ہر طرح کی مفید غیر مفید اشیا کا وافر تعداد میں موجود ہونا ہو سکتا ہے لیکن مہک اور خوش بو کا تصور اور خیال قریب بھی پھٹکتا نظر نہیں آتا۔ اس کے باوجود مترجم نے بند کا اجمالی خیال کماحقہ واضح کر دیا ہے۔

پنجابی　　ن　　نہیں فقیری جلّیاں مارن سُتیّاں لوگ جگاون ہو

نہیں فقیری وہندیاں ندیاں سُکیاں پار لنگھاون ہو

نہیں فقیری وچ ہوا دے مصلّے پا ٹھہراون ہو

فقیری نام تنہیں دا باہو دل وچ دوست ٹھہراون ہو

اردو ترجمہ:　　نہ تو فقر ہے مار کے نعرہ سوئے ہوؤں کو جگانا ہو

نہ تو فقر ہے دریا سے بن بھیگے پار لنگھانا ہو

اور نہ فقر ہوا پہ مصلی پھینکنا اور بچھانا ہو

فقر ہے اپنے دوست کو باہو اپنے من میں بسانا ہو　۱۷

اس بند کا ترجمہ پورے کا پورا شاعرانہ فکر اردو قارئین کی تفہیم کے لیے واضح کرتا نظر آتا ہے خاص طور پہ پہلے مصرعے میں پنجابی ''جلیاں مارن'' کے متبادل کے لیے'' نعرہ مارنا'' تھوڑا سا شاعر کی فکر سے دور نظر آتا ہے کیونکہ جلیاں ڈالنا سے مراد ہے سالک ذکر کرتے ہوئے وجد کی کیفیت میں سر گھماتے ہوئے جسم کو متحرک کرتا ہے ۔جبکہ نعرہ اونچی آواز سے لگایا جاتا ہے جو میدان یا دنگل میں فوجی یا پہلوان لگاتا ہے اس زور دار آواز سے جہاں وہ مخالف کو للکار کر دباؤ میں لاتا ہے وہاں اپنا اندرونی خوف ختم کر کے اپنا عزم و حوصلہ مضبوط کرتا ہے ۔ بہر حال مترجم شاعر کی فکر کے قریب رہ کر پنجابی مفہوم کو اردو میں کامیابی سے منتقل کرتا نظر آتا ہے ۔

یہ مثالیں تو عبدالمجید بھٹی کے تقریباً کامیاب منظوم ترجموں کی تھیں لیکن جب ہم ان کے کئے ہوئے کلام سلطان باہو کے منظوم اردو ترجمہ کا بغور تجزیاتی مطالعہ کرتے ہیں اور ترجمہ کا اصل پنجابی متن سے تقابل کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ان کی منظوم اردو ترجمہ نگاری میں کچھ خامیاں بھی ہیں جن کی بنا پر ان کا یہ فن پارہ محل نظر ہو جاتا ہے۔سب سے بڑی وجہ تو یہ ہے کہ عبدالمجید بھٹی نے کلام باہو کے جس پنجابی متن کا منظوم ترجمہ کیا ہے وہ ان کا اپنا مرتب کردہ ہے۔ انہوں نے کہیں بھی یہ حوالہ نہیں دیا کہ وہ کونسا نسخہ استعمال کر رہے ہیں اور نہ ہی اختلاف نسخ کی نشاندہی کی ہے اور نہ ہی اپنی طرف سے ترمیم، اضافے یا قیاسی تصحیح کا ذکر کیا ہے، لہٰذا ہم ان کے کیے ہوئے ترجمہ کا جائزہ لیتے ہوئے ان کے دیئے ہوئے متن سے ہی موازنہ کریں گے اگرچہ بغور دیکھنے سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ ملک فضل دین یا چنن دین کے شائع کردہ سلطان باہو کے کلام کو ہی سامنے رکھتے ہیں لیکن بعض الفاظ کی املاء میں وہ ان سے اختلاف بھی کر جاتے ہیں ۔عبدالمجید بھٹی کے پنجابی متن میں کچھ اختلاف جو کسی حد تک غلطی بھی محسوس ہوتا ہے اس طرح نشاندہی کی جا سکتی ہے:

بھٹی	۔	کیا حال اُن کا باہو جنہوں نے پی کو نہ رکھا راہی ہو ۱۸؎
مجوزہ درست	۔	کیا حال ان کا باہو جنہوں نے پی کو نہ رکھا راضی ہو
بھٹی	۔	خالص نیل پُرانے اُتےّ نہیں چڑھدا رنگ مجلیٹھی ہو ۱۹؎
مجوزہ درست	۔	خالص نیل پُرانے اُتےّ نہیں چڑھدا رنگ مجیٹھی ہو
بھٹی	۔	چوداں طبق دلے دے کے اندر آتش لائے حُجرے ہو ۲۰؎
مجوزہ درست	۔	چوداں طبق دلے دے اندر آتش لائے حجرے ہوئے
بھٹی	۔	جو کوئی اس دی کرے تباہی اس نام اللہ دالدّ ھا ہو ۲۱؎
مجوزہ درست	۔	جو کوئی اس دی کرے سواری اُس نام اللہ دالدّ ھا ہو
بھٹی	۔	ملیا دوست نہ باہو انہاں نوں کہتی جوٹ ترٹی ہو ۲۲؎
مجوزہ درست	۔	ملیا دوست نہ باہو انہاں نو چوڑ نہ کیتی ترٹی ہو

چونکہ عبدالمجید متن ہی میں تبدیلی کر دیتے ہیں اس لئے ترجمے میں بھی کافی تبدیلی آ جاتی ہے اس کے علاوہ جہاں متن صحیح بھی دیا ہے وہاں بھی وہ ترجمے میں غلطی کر جاتے ہیں جس سے اصل مفہوم واضح نہیں ہو پاتا اس کی کچھ مثالیں درج ذیل ہیں۔

(ا) الف اللہ چنبے دی بوٹی مرشد من مرے وچ لائی ہو

نفی اثبات دا پانی ملیس ہر رگے ہر جائی ہو

اندر بوٹی مشک مچایا جاں پھلن پر آئی ہو

منظوم ترجمہ: الف اللہ چنبیلی کی بوٹی من میں مرشد نے ہے لگائی ہو

نفی اثبات کا پانی ملا تو رَگ رَگ میں لہرائی ہو

بوٹی میں خوشبو بھر دی جب پھولنے پر وہ آئی ہو ۲۳

دوسرے مصرعے میں شاعر کے بقول ہر رگ اور ہر جگہ پہ وہ پانی پہنچا ہے جس سے ماسوا اللہ کے انکار اور صرف اللہ کے اقرار کا سبق پڑھایا گیا ہے۔ تیسرے مصرعے میں بوٹے نے جب پھول نکالے تو خوشبو چاروں طرف پھیل گئی۔ جبکہ ترجمہ نگار کے نزدیک مفہوم یہ بنتا ہے کہ بوٹی کو جب اللہ کے علاوہ ہر چیز کے انکار اور صرف اللہ کے ہونے کے اقرار کا پانی ملا تو وہ جسم کی ہر رگ میں لہرا اُٹھی اور پھر مرشد نے اس بوٹی کے پھول نکالنے کے وقت ایک خاص طرح کی خوشبو اس کے اندر بھر دی۔ یہ مطلب اور مفہوم قطعاً مراد نہیں ہے اور ترجمہ شعری حسن اور تاثیر سے محروم ہے۔ دوسرے لفظوں میں شاعر کہنا چاہ رہا ہے کہ نفی اثبات کا پانی اس بوٹی یا پودے کی رگ رگ سے گزرتا ہوا ہر جگہ یا سائنس کی زبان میں ہر پلانٹ سیل (plant cell) تک پہنچا ہے اور اس عمل سے پودے نے جو پھول نکالے تو ان کی مہک سے اندر کا ماحول مہک اٹھا اور باہر کا ماحول اعمال کی درستی اور خوش خلقی سے معطر ہو گیا شاعر کے مفہوم کو مترجم کما حقہ، بیان کرنے سے قاصر رہے۔

(۲) الف اللہ صحیح کیتوس، جداں چمکیا عشق اگوہاں ہو

رات دہیں دیوے تانگھڑے نت کر کے اگوہاں سوہاں ہو ۲۴

بھٹی صاحب پہلے بند کا ترجمہ کرتے ہوئے اگوہاں سے عقبی مراد لیتے ہیں حالانکہ اس سے مراد روز ازل یا آفرینش ہے ترجمہ میں ''تا'' دینے سے مراد حرارت اور گرمی پہنچا کر ازلی عہد اور اقرار کو دل کے قریب رکھنا اور مراد مقصود سمجھنا ہے جبکہ مترجم کے نزدیک اک مٹھی جلن سے اصل راز تک پہنچنا مراد ہے بہت دور جا کر یہ بات سمجھی جا سکتی ہے مگر اس سے تفہیم کا عمل متاثر ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ ترجمہ ملاحظہ ہو۔

ترجمہ: اللہ کو پہچان لیا، جب عشق عقبی سے لگایا ہو

پل پل کی اک میٹھی جلن سے کچھ کچھ بھید کو پایا ہو ۲۵

(۳) الف	ازل ابدتوں صحیح کیتوس ، ویکھ تماشے گزرے ہو
چوداں طبق دے دے کے اندر آتش لائے حجرے ہو

ترجمہ:	اول آخر بر حق دونوں جو رس رنگ میں گزرے ہو
ان کے لئے ہیں چودہ طبق میں روشن آگ کے حجرے ہو ۵۶؎

چونکہ ان دو مصرعوں میں متن کی دو غلطیاں ''توں'' بجائے ''نوں'' اور ''دے کے'' بجائے ''دلے دے'' ہیں اس لیے یہاں بھی مترجم نے غلط ترجمہ کر دیا ہے۔

(۴) ب	بغداد شہر دی کیا نشانی ، اُچیاں لمیاں چیزاں ہو
تن من میرا پُرزے پُرزے جئوں درزی دیاں لیراں ہو
ایہناں لیراں دی گل کفنی پا کے رلساں سنگ فقیراں ہو
بغداد شہر دے ٹکڑے منگساں باہو کرساں میراں میراں ہو

ترجمہ:	باہو ہر شے ہے بغداد کی اونچے درجے والی ہو
تن من میرا پُرزے پُرزے کترن سی درزی کی ہو
بنوں فقیر پہن کے گلے میں اس کترن کی کفنی ہو
میں بغداد میں ٹکڑے مانگوں کر کے میراں میراں ہو ۵۷؎

اس بند کے پہلے مصرعے میں '' اُچیاں لمیاں چیزاں'' کی بجائے ''اُچیاں لمیاں چیراں'' (اونچی لمبی کھجوروں کے درخت) مُراد ہیں یعنی بغداد شہر کی نشانی یہ ہے کہ یہاں داخل ہوتے ہی کھجوروں کے لمبے درخت نظر آتے ہیں ۔ شاعر کے برعکس مترجم کہتے ہیں کہ بغداد کی ہر شے اونچے درجے والی ہے اور یہ ترجمہ بالکل غلط ہے۔اور یہ اسی بناء پر ہوا کہ مترجم نے ''چیراں'' کی بجائے ''چیزاں'' کو متن سمجھ لیا ہے۔

(۵) پ	پڑھ پڑھ حافظ کرن تکبّر ملاں کرن وڈیائی ہو
گلیاں دے وچ پھرن نمانے بغل کتاباں چائی ہو
جتھے ویکھن چنگا چوکھا اوتھے پڑھن کلام سوائی ہو
دوہیں جہانیں مُٹھے باہو جنھاں کھادی ویچ کمائی ہو

ترجمہ: پڑھ پڑھ عالم کریں تکبّر، مُلّا کریں بڑائی ہو
لے کے کتب بغلوں میں بچارے کریں کوچہ پیمائی ہو
اونچی دکان جہاں پر دیکھن دُونی کریں پڑھائی ہو
دونوں جہاں سے جائیں باہو کھائیں جو پیچ کمائی ہو ۲۸

پہلے دوسرے مصرعے کا ترجمہ مفہوم کو قدرے واضح کرتا ہے مگر آخری دونوں مصرعوں کا ترجمہ مفہوم کو واضح نہیں کر پاتا چنگا چوکھا سے مراد اونچی دوکان نہیں بلکہ کسی چیز کا معیار اور مقدار میں بہتر اور زیادہ ہونا مراد ہے اسی طرح مُٹّھے سے مراد دونوں جہانوں میں خالی ہاتھ اور محروم رہنا ہے۔ ''دونوں جہاں سے جائیں'' کا مفہوم اگرچہ بن تو جاتا ہے مگر شعری حُسن متاثر ہوتا ہے۔

(۶) ت تُلہ بَنّھ توکل والا، ہو مرادنے تریئے ہُو
جیں دُکھ تھیں سکھ حاصل ہووے اوہنیں دُکھیں مول نہ ڈریئے ہو
فان مع العسر یسرا آیا چت اوسے تے دھریئے ہو
اوہ بے پرواہ درگاہ ہے باہو اوتھے رو رو حاصل بھریئے ہو

ترجمہ: تقویٰ توکل کا پُشتارہ لے کر سفر کو جائیں ہو
جس دُکھ سے سکھ حاصل ہو اس دکھ سے خوف نہ کھائیں ہو
اپنا دھیان فان مع العسر یسرا پہ لگائیں ہو
بے پرواہ کے در پر باہو روئیں اور پچھتائیں ہو ۲۹

''تُلہ'' پنجابی کا لفظ ہے اس سے مراد ایسا سہارا (گھاس پھوس کا گٹھا یا کشتی) جس سے دریا پار کیا جاتا ہے جبکہ مترجم نے اس کے لئے پشت پہ رکھے سامان ''پشتارہ'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ تُلے کے اوپر بیٹھتے ہیں جبکہ پشتارہ اپنی پشت پہ اُٹھا کر اور خود تیر کر دریا پار کیا جاتا ہے۔

(۷) ج جے چاہیں وحدت رب دی مَل مرشد دیاں تلیاں ہو
مرشد لُطفوں کرے نظارہ گل تھیون سب کلیاں ہو
انہاں کلیاں وچوں اک لالہ ہوسی گل نازک کل پھلیاں ہو
دوہیں جہانیں مٹھے باہو جنہاں سنگ کیتا وولیاں ہو

ترجمہ: جو کوئی چاہے عشق حقیقی پیر کے پاؤں پکڑے ہو
ایک نظر مرشد کر دے تو کھل جاتے ہیں غنچے ہو

ان کلیوں سے نازک پھول اور پھولوں سے پھل آئے ہو

دو جگ میں ہیں خوشدل باہو جو اچھوں میں بیٹھے ہو ۳۰

پہلے دو مصرعوں کا ترجمہ، مفہوم تو تقریباً واضح کر دیتا ہے مگر تیسرے اور چوتھے مصرعے کا ترجمہ غلط کیا ہے ''کلیاں'' کی بجائے ''گلاُں'' ہے یعنی پھولوں اور ان پھولوں میں سے ایک لالہ کا پھول ہے جو تمام پھولوں میں سے نازک ہے ۔ چوتھے مصرعے میں بھی ''مٹھے'' دراصل ''مُٹھےّ'' (محروم) ہے اور ''وودلیاں'' کی بجائے ''دو ڈلیاں'' ہے جس کا مطلب ناپائیدار دنیاوی دولت ہے ۔متن میں غلطی کی بنا پر ترجمہ درست نہیں ہو سکا۔ یہاں ترجمہ نگار اس بات کو نظر انداز کر گئے کہ اس سے پہلے وہ ''مٹھے'' کا ترجمہ'' دونوں جہاں سے جائیں'' کر چکے ہیں تو یہاں پھر اسی لفظ کا ترجمہ'' خوش دل'' کیسے ہو سکتا ہے ملاحظہ ہو ص:۴۸ اور ۴۹ بند''پ'' ایسے ناقص ترجمے کی مزید مثالیں صرف شاعر کے مصرعہ اور اس کا ترجمہ شدہ مصرعہ دے کر بیان کی جاتی ہیں:

(۸) عشق جیہا اشراف نہ کوئی جھڑا نہ چھڈّے طالب زردے ہو

عشق ایسا اشراف ہے جو دولت کے بندھن توڑے ہو ۳۱

عشق جب در آتا ہے تو دولت کی طلب اور کشش ختم ہو جاتی ہے ۔ دولت کے بندھن توڑنا مفہوم واضح تو کرتا ہے لیکن یہاں دولت کی حرص اور خواہش ختم ہونا بہتر ہوتا۔

(۹) میں قربان تنہاں توں باہو جہڑے اکس نگاہ جگاون ہو

باہو میں قربان ان پہ جو سوئی نظروں کو ہس جگاتے ہو ۳۲

اصل متن کے برعکس اور مبہم ترجمہ کی کچھ مثالیں جگہ قلت کے پیش نظر نشان زدہ الفاظ کے ذریعے دی جاتی ہیں:

پنجابی: دوئیں جہاں غلام اس باہو جڑا ہونوں صحیح کریندا ہو

ترجمہ: باہو غلام اس کا دو جگ میں ہو کو جو سچ پہچانے ہو ۳۳

پنجابی: راہ فقر دا مشکل باہو گھر اَنّ نہ میرا رِدھا ہو

ترجمہ: فقر کی راہیں بکھڑی باہو اَنّ نہ گھر میزا کے ہو ۳۴

پنجابی: جب دنیا دی رب تھیں موڑے، ویلے فکر کچیوے ہو

سہ طلاق دُنیا نوں دیئے جے باہو سَدُّ پچھیوے ہو

ترجمہ: دنیا کی چُپ رَبّ سے موڑے کوئی کرے مت غفلت ہو

تین طلاقیں دیں دُنیا کو باہو جو لیں مت ہو ۳۵

پنجابی: ہر دم یاد رکھیں ہر ویلے سوہنا اُٹھدا بہندا ہُو

ترجمہ: ہر دم پیارا یاد رہے جلوہ ہر آن وکھائے ہو ۳۶

پنجابی: وِچّ کُوزے، وِچّ مُصلّے وچ مسجدیاں دیاں ہزاراں ہو
کامل مرشد ملیا باہو اوہ آپے لیسی ساراں ہو

ترجمہ: اس میں کُوزے مُصلّے سجدے سب ہیں ایک قطار میں ہو
کامل مرشد باہو رکھے گا اپنے دربار میں ہو ۳۷

پنجابی: ترک دُنیا دی تاہیں ہوسی، جد فقر ملیسی خاصہ ہو

ترجمہ: ترک جبھی دُنیا ہو کامل مرشد جو مل جائے ہو ۳۸

پنجابی: تاڑی مار اڈاوَ نہ باہو اسیں آپے اُڈن ہارے ہو

ترجمہ: ٹھٹھے اڑاوَ نہ باہو ہم اُٹھ جانے کو ہیں بے چارے ہو ۳۹

اب ذیل میں سلطان باہو کی ایک بیت کو درج کیا جاتا ہے جس کا متن عبدالمجید بھٹی کے منظوم ترجمے ہی سے لیا ہے اور اس کے بعد بھٹی صاحب کا ترجمہ بھی دیا جا رہا ہے:

ذ ذاتے نال نہ ذاتی رلیا، سو کذّاب سدیوے ہو
نفس کُتے نوں بنّھ کراہاں چا قیمہ قیم کچیوے ہو
ذات صفاتی نوں مہنہ آوے جداں ذاتی شوق نہ پیوے ہو
تے نام فقیر تنہاں دا باہو قبر جنہاندی جیوے ہو

ترجمہ: ذ ذات سے واصل ہو نہ سکے تو وہ جھوٹا کہلائے ہو
نفس پلید کو ایسا ماریں قیمہ سا ہو جائے ہو
ذات صفات پہ حرف آئے جو شوق نہ پیاس بجھائے ہو
ان کا نام فقیر ہے باہو جن کی گور سہائے ہو ۴۰

بھٹی صاحب کے وضع کردہ مندرجہ بالا بیت کے متن کا اب اگر سلطان باہو کے دیگر تین مستند نسخوں سے تقابل کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ بھٹی صاحب نے غلط متن درج کر کے ترجمے کو کس طرح اُلٹ کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں صرف پہلا اور تیسرا مصرعہ سامنے رکھ کر فرق واضح کیا جاتا ہے۔

<u>پہلا مصرعہ:</u>

ڈاکٹر نذیر	ذاتے نال نہ ذاتی رلیا سوکم ذات سدیوے ہو[۴۱]

شریف صابر	ذاتی نال نہ ذاتی رَلیا سوکم ذات سڈیوے ہو[۴۲]

سلطان الطاف	ذاتی نال ناں ذاتی رلیا سوکم ذات سدیوے ہو[۴۳]

<u>تیسرا مصرعہ:</u>

ڈاکٹر نذیر	ذات صفاتوں مہنا آوے جد ذاتی شوق نہ پیوے ہو

شریف صابر	ذات صفاتوں میہنا آوے ذاتی شوق نہ پیوے ہو

سلطان الطاف	ذات صفاتوں مہناں آوے جداں ذاتی شوق نہ پیوے ہو

پنجابی شعرا کے منظوم اردو ترجمے کرتے ہوئے عبدالمجید بھٹی جب خود پنجابی متن کو بھی اپنی مرضی سے مرتب کر کے پیش کرتے ہیں تو غلط متن اور غلط ترجمے کی ایسی مثالیں ان کے ہاں کثرت سے مل جاتی ہیں ۔اس طرح کی مثالوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جناب عبدالمجید بھٹی نے کلام سلطان باہو کا خوبصورت ترجمہ کر کے اگرچہ اردو دان طبقے کو فکرِ سلطان باہو کے قریب لانے میں قابل تعریف کردار ادا کیا مگر بعض جگہ تسامحات کی بنا پر اثر آفرینی میں کمی بھی آئی اور اس کی بڑی وجہ کلام باہو کا مدوّن نسخہ سامنے نہ ہونا تھا چنانچہ بھٹی صاحب بعض جگہوں پر اپنے قیاس سے کام لے کر کلام باہو درج کرتے نظر آتے ہیں، اس سلسلے میں بھٹی صاحب کی پنجابی صوفی شعرا کے کلام کو اردو نظم میں ترجمہ کرنے کی کاوش کو پنجابی زبان و ادب کیشناو و شناسا ڈاکٹر سعید بھٹا یوں دیکھتے ہیں :

> ’’منظوم ترجمہ ادب دی سبھ توں اوکھی گھاٹی اے۔عبدالمجید بھٹی ہوراں لئی تاں ہور وی اوکڑاں سن ۔ پنجابی دے کلاسیکی ادب بارےتنی تحقیق اودوں شروع ہو رہی سی تے کوئی اجیہا متن نہیں سی جیہدے بارے سکالر اک مٹھ ہوون ۔ جدوں متن وچ ای جھول ہوون تاں ترجمے دا حلیہ وگڑنا ای سی۔‘‘ [۴۴]

بات کو سمیٹتے ہوئے آخر پہ یہی نتیجہ پیش کیا جا سکتا ہے کہ اگرچہ عبدالمجید بھٹی کے منظوم ترجمہ کلام سلطان باہو میں مدوّن شدہ متن کی عدم دستیابی کی وجہ سے کچھ کمیاں نظر آتی ہیں اور وہ بعض جگہوں پہ شاعر کی فکر اور مفہوم سے ذرا دور ہو جاتے ہیں اس کے باوجود انھوں نے اس ہر دلعزیز اور اثر آفرین شاعری کو اردو زبان میں منظوم صورت میں منتقل کر کے اس کا لسانی حوالے سے دائرہ وسیع کر دیا ہے اور اردو دان طبقے کی اکثریت پنجابی شاعری کی روح اور مخصوص ترنم و غنائیت سے واقف ہو کر ایک مخصوص ذہنی سرشاری کی حالت میں کلام باہو گنگناتی رہتی ہے ۔ یہ بلاشبہ ایک قابل صد تعریف کاوش ہے ۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ عبدالمجید بھٹی کی ابیاتِ باہو (منظوم اردو ترجمہ) انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی نے ۱۹۶۷ء میں بڑے اہتمام سے شائع کیا۔ اس کے کل صفحات ۲۱۶ ہیں۔

۲۔ مسعود قریشی کی عکس باہو (سلطان العارفین حضرت سلطان باہو کے کلام کا اردو ترجمہ) کے نام سے لکھی گئی کتاب جس میں منتخب بند مع منظوم ترجمہ شامل ہے۔ اس کا چھٹا ایڈیشن لوک ورثے کا قومی ادارہ، اسلام آباد، ۱۹۸۰ء میں منظر عام پر آیا جس کے کل صفحات ۲۱۲ تھے۔

۳۔ سرور مجاز کی تالیف باہو حضرت سلطان باہو کے پنجابی ابیات کا منظوم اردو ترجمہ کا تیسرا ایڈیشن میلان پبلشر لاہور نے شائع کیا جس کا سال طباعت موجود نہیں ہے جبکہ کل صفحات ۱۲۸ ہیں۔

۴۔ شفیع عقیل کا سلطان باہو کے بارہ ابیات کا ترجمہ منظوم مشمولہ؛ پنجاب رنگ جو مرکزی اردو ورڈ لاہور نے ۱۹۶۸ء میں شائع کیا۔ انھوں نے پنجابی متن نہیں دیا نہ ہی کسی نسخہ کا حوالہ دیا ہے سی حرفی کی مخصوص ہیئت بھی استعمال نہیں ردیف کی تکرار موجود ہے۔ مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۶۸ء صفحہ نمبر ۳۳ تا ۳۵ درج ہے۔

۵۔ شریف کنجاہی کی پنجابی شاعری سے انتخاب کے نام سے مرتب کی گئی کتاب میں آٹھ ابیات کا منظوم ترجمہ ہے جو ۱۹۸۳ میں اکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد نے شائع کیا۔ ص:۲۸ تا ۲۹ پہ یہ ابیات مع منظوم ترجمہ موجود ہیں۔

۶۔ شفقت تنویر مرزا کا ۳۲ ابیات کا ترجمہ ماہ نو، کراچی، استقلال نمبر۱۹۵۴ص ۵۶ تا ۵۸ جبکہ خیابانِ پاک، ادارہ مطبوعات، کراچی ۱۹۵۶ء کے ص ۶۵ تا ۷۱ درج کیے گئے ہیں۔

۷۔ عبدالمجید بھٹی کا، منظوم اردو ترجمہ کلام بابا فرید جو ۱۹۶۹ء میں پنجاب پرنٹنگ پریس لاہور سے شائع ہوا کل صفحات ۱۴۰ تھے۔ ان کی دوسری کتاب کافیاں شاہ حسین (منظوم اردو ترجمہ) لوک ورثہ کا قومی ادارہ، اسلام آباد ۱۹۷۷ء جبکہ طبع اوّل پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور نے ۱۹۶۱ء میں شائع کیا کل صفحات ۱۵۹ تھے اور تیسری کتاب کافیاں بلھے شاہ مع منظوم اردو ترجمہ جس کے چار ایڈیشن ہیں، پہلی بار ۱۹۵۵ء دوسری بار ۱۹۸۰ء تیسری بار ۱۹۸۷ء اور چوتھی بار ۱۹۹۷ء میں شائع ہوئے کل صفحات ۹۴ کافیاں شامل ہیں۔

۸۔ بھٹی، عبدالمجید، ابیات سلطان باہو، منظوم ترجمہ (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۶۷) ص: ۵۷۔۵۸

۹۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص: ۵۷۔۵۸

۱۰۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص: ۷۸۔۷۹

۱۱۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص: ۱۰۶۔۱۰۷

۱۲۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص: ۱۸۲۔۱۸۳

۱۳۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص: ۱۸۔۱۹

۱۴۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص: ۲۴۔۲۵

۱۵۔ یہ شعر کلاسیکی اردو شاعر انشا اللہ خاں انشا کے کلیات انشاء مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی شائع کردہ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۹ء کی ردیف ''ن'' میں شامل ہے جبکہ تقی عابدی کی کتاب انشا اللہ خاں انشاء شائع کردہ القمر، لاہور سن ندارد

کے صفحہ ۱۶۱ پر بھی موجود ہے۔

۱۶۔ بھٹی، عبدالمجید، ابیات سلطان باہو، منظوم ترجمہ، ص: ۲۱۴۔۲۱۵

۱۷۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص:۲۰۲۔۲۰۳

۱۸۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص:۵۷

۱۹۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص:۲۶

۲۰۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص:۲۰

۲۱۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص:۲۲

۲۲۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص: ۶۸

۲۳۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص: ۱۶۔۱۷

۲۴۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص:۱۸

۲۵۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص:۱۹

۲۶۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص:۲۰۔۲۱

۲۷۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص:۳۶۔۳۷

۲۸۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص:۴۸۔۴۹

۲۹۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص:۵۴۔۵۵

۳۰۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص:۶۴۔۶۵

۳۱۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص:۷۲۔۷۳

۳۲۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص:۷۲۔۷۳

۳۳۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص:۲۰۔۲۱

۳۴۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص:۲۲۔۲۳

۳۵۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص:۲۴۔۲۵

۳۶۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص:۳۲۔۳۳

۳۷۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص:۳۴۔۳۵

۳۸۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص:۳۴۔۳۵

۳۹۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص:۸۲۔۸۳

۴۰۔ ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ایضاً، ص:۱۰۲۔۱۰۳

۴۱۔ نذیر احمد، پروفیسر ڈاکٹر، کلام سلطان باہو، دوسرا ایڈیشن (لاہور: پیکجز لیمٹیڈ، ۱۹۹۹ء) ص:۴۳ بیت نمبر ۳۸

۴۱۔ شریف صابر، شریف صابر، مکمل ابیات باہو ،سو دھن ہار محمد شریف صابر، (لاہور: سید اجمل حسین میموریل سوسائٹی، ۱۹۹۴ء) ص:۴۷ بیت نمبر ۹۴

۴۳۔ الطاف علی، پروفیسر ڈاکٹر، ابیات باہو سلطان ،ترجمہ وتشریح، تحقیق (بھیرہ: الفاروق بک فاؤنڈیشن، ۱۹۷۵ء) بیت نمبر ۴۹

۴۴۔ سعید بھٹا، ڈاکٹر، کلام بابا فرید دا منظوم اردو ترجمہ، مشمولہ: مجلہ تحقیق (لاہور: کلیہ علوم اسلامیہ و شرقیہ، پنجاب یونیورسٹی) ص:۲۸۸

ماخذ

۱۔ الطاف علی، پروفیسر ڈاکٹر، ابیات باہو سلطان (ترجمہ وتشریح، تحقیق)، بھیرہ: الفاروق بک فاؤنڈیشن، ۱۹۷۵ء

۲۔ بھٹی، عبدالمجید، ابیات سلطان باہو، منظوم ترجمہ، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۶۷

۳۔ بھٹی ،عبدالمجید، ابیاتِ باہو (منظوم اردوترجمہ) کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۶۷ء

۴۔ بھٹی عبدالمجید، کلام بابا فرید ،لاہور: پنجاب پرنٹنگ پریس ،۱۹۶۹ء

۵۔ بھٹی عبدالمجید، کافیاں شاہ حسین (منظوم اردوترجمہ) لوک ورثہ کا قومی ادارہ، اسلام آباد ۱۹۷۷ء

۶۔ بھٹی عبدالمجید، کافیاں بلھے شاہ مع منظوم اردو ترجمہ، اسلام آباد، ۱۹۸۰

۷۔ پنجاب رنگ لاہور: مرکزی اردو بورڈ لاہور، ۱۹۶۸ء

۸۔ تنویر بخاری، پنجابی اردو لغت، لاہور: اردو سائنس بورڈ ۱۹۸۹ء

خیابانِ پاك، ادارہ مطبوعات، کراچی ۱۹۵۶ء

۹۔ شریف صابر، مکمل ابیات باہو سو دھن ہار محمد شریف صابر، لاہور: سید اجمل حسین میموریل سوسائٹی، ۱۹۹۴ء

۱۰۔ شریف کنجاہی پنجابی شاعری سے انتخاب اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد، ۱۹۸۳

۱۱۔ ماہ نو، (استقلال نمبر) کراچی، ۱۹۵۴ء

۱۲۔ مجلہ تحقیق ، لاہور: کلیہ علوم اسلامیہ وشرقیہ، پنجاب یونیورسٹی

۱۳۔ ملک چنن دین فضل دین، گلزار، باہو شرح ابیات حضرت سلطان باہو، ۱۹۶۵ء

۱۴۔ نذیر احمد، پروفیسر ڈاکٹر، کلام سلطان باہو، دوسرا ایڈیشن، لاہور: پیکجز لمیٹڈ، ۱۹۹۹ء

۱۵۔ نور محمد کلاچوی مرتبہ، انوار سلطانی، چھٹا ایڈیشن، ۱۹۷۰ء